۲۵

اقبال اور سعدی

محمد ریاض

چون دل ز هوای دوست نتوان پرداخت   در مانش تحملست و سر پیش انداخت
یا ترک گل لعل همی بایدگفت   یا با الم خار همی باید ساخت

(سعدی)

اس مختصر مقالے کا اصل محرک علامہ اقبال کے بعض خطوط اور بیانات کے وہ حصے ہیں جن میں شیخ سعدی کے بارے میں بعض تسامحات نظر آتے ہیں اور ان میں ایک واقعہ سعدی کی طرف سے اہل کشمیر کی ہجر گوئی کا ہے۔ مناسب نظر آیا کہ ایسی گزارشات سے بحث کرتے ہوئے سعدی اور اقبال کے فکری و فنی روابط اور اقبال فہمی کی خاطر مطالعہ سعدی کی اہمیت کے بارے میں بھی چند اشارات مرتب کر لئے جائیں۔

سعدی اور کشمیریوں کی ہجو گوئی :

اقبال کو اپنے آبائی وطن ، وادی جموں و کشمیر سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ متعدد بار وادی میں تشریف لے گئے اور اس سر زمین جنت نشان کی تعریف و توصیف نیز اہالیان کشمیر کی ہمدردی میں انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اس سلسلے میں " جاوید نامہ " میں ان کی شاہ ہمدان (م۷۸۶ھ) اور غنی کشمیری (م ۱۰۸۲ھ) سے گفتگو نیز " ارمغان حجاز " (حصہ اردو) میں ملا زادہ ضیغم لولابی کشمیری کے بیاض والی نظمیں قابل مطالعہ ہیں۔ پیام مشرق میں علامہ نے ایک زور دار ساقی نامہ لکھا۔ اس میں جوش محبت سے سرشار ہوکر انہوں نے کشمیریوں سے تالف و تلطف کا اظہار کیا اور ساتھ ساتھ انتقاد بھی:

سرت گردم ای ساقی ماہ سیما
بیار از نیاگان ما یادگاری

نہ بینی کہ از کاشغر تا بہ کاشان
ہمان یک نوا بالد از شاخساری ؟

کشمیری کہ با بندگی خو گرفتہ
بتی می تراشد ز سنگ مزاری
ضمیرش تہی از خیال بلندی
خودی ناشناسی، ز خود شرمساری
بریشم قبا خواجہ از محنت او
نصیب تنش جامۂ تار تاری
نہ در دیدۂ او فروغ نگاہی
نہ در سینۂ او دل بے قراری[1]

جیسا کہ درج ذیل اقتباس سے واضح ہوگا ، اقبال کے یہ انتقادات متعصبانہ نہ تھے ۔ ان کے پس پردہ ہمدردی ، مشاہدہ اور دل سوزی تھی ، مگر کشمیری برادری کے بعض افراد کو یہ باتیں راس نہ آئیں ۔ انہوں نے سوچا کہ علامہ بر صغیر کے دوسرے مسلمان باشندوں سے قطع نظر ، صرف کشمیریوں کو کیوں ہدف ملامت بنا رہے ہیں ؟ یہ شکایات علامہ کو معلوم ہوئیں ۔ ۲۶ مئی ۱۹۲۳ء کے ایک خط میں اقبال ، میر خورشید احمد صاحب[2] کو لکھتے ہیں : " . . . ساقی نامہ و کشمیر سے متعلق بعض لوگوں کا گلا سن کر مجھے تعجب ہوا . . . سعدی نے محض قومی رقابت سے کشمیریوں کی ہجو کی ہوگی کیوں کہ ایک زمانے میں کشمیر ایران کا ہمسر رہ چکا ہے ۔ میں نے تو دکھڑا رویا ہے . . . دکھڑے کی بنا بھی واقعات پر ہے جن کا میں نے کشمیر میں خود مشاہدہ کیا ۔ پنجاب کے کشامرہ کی حالت کشمیر کے کشامرہ سے بدرجہا بہتر ہے ۔ نظم کا موضوع کشامرہ' کشمیر ہیں نہ کشامرہ' پنجاب . . . "[3] اس اقتباس میں باقی باتیں تو واضح ہیں ، لیکن سعدی کی ہجو گوئی کشمیر اور ایران کی رقابت کا ذکر محل گفتگو ہے ۔

مشہور لوگوں کے ساتھ بعض باتیں اغلاط العام کے طور پر منسوب ہوجاتی ہیں ۔ سعدی کا بھی یہی حال ہے ۔ دشمنوں اور مخالفوں نے ان کو ہر طرح سے بدنام کرنے کی کوشش کی ہے ۔ شیخ خود فرماتے ہیں

ہنر بہ چشم عداوت بزرگتر عیبست
گلست سعدی و در چشم دشمناں خارست

شیخ بے شک ایک بذلہ گو حکیم تھے اور ان کی شوخیاں اور عرف عام میں بعض فحش حکایات مشہور و معروف ہیں مگر ان کے منقح کلیات میں ہزلیات یا ہجویات شامل نہیں ہیں ۔ شیخ نے کسی شخص ، قبیلے یا شہر کی ہجو گوئی سے اپنے قلم و زبان کو آلودہ نہیں کیا ۔ آخر کشمیر اور کشمیریوں نے ان کا کیا بگاڑا تھا؟ آخر وہ کونسی " رقابت قوبی " تھی جو ہجوگوئی کا محرک بنتی؟ - علامہ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی کسی ہجوگوئی کے وجود سے بے خبر تھے ۔ اس لئے آپ نے " ہجو کی ہوگی " لکھا ہے ۔ البتہ مکتوب الیہ کی رائے کا احترام کرتے ہوئے آپ نے سعدی کی ممکنہ ہجو کا جواز " ایران و کشمیر کی ہمسرانہ رقابت " میں تلاش کرنا چاہا ۔ اور یہ بھی قیاس ہی تھا ۔

کشمیر پر (قبل از دور اسلامی) ایرانی حکمرانوں نے حملے کئے ہیں اور خود کشمیری حکمرانوں نے بھی بدلے لئے ہیں ۔ مگر یہ واقعات اس قابل نہ تھے کہ سعدی کے زمانے تک باعث رقابت بنے رہتے ۔ کشمیر میں دور اسلامی کا آغاز ایران اور ایرانیوں کا مرہون منت ہے ۔ کشمیر میں ایرانیت اس حد تک جذب ہوگئی کہ اسے " ایران صغیر " کہا جانے لگا ۔ اگرچہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں یہ تعداد قابل ملاحظہ ہوگئی۔ مگر شیخ سعدی کے انتقال[۴] (۲۷ رمضان المبارک ۶۹۰ھ) تک یہ خطہ مجموعی طور پر کافرستان ہی تھا ۔ شیخ کے انتقال کے کافی بعد سر زمین ایران کے عرفا اور صوفیا نے یہاں اسلام پھیلایا ہے۔ ان بزرگوں میں سید عبدالرحمن شرف الدین بلبل شاہ حنفی ترکستانی رح (م ۷۲۷ھ) شیخ جلال الدین بخاری مخدوم جہانیان جہاں گشت رح (م ۷۸۵ھ) ، شاہ ہمدان امیر سید علی ہمدانی رح اور ان کے صاحب زادے میر سید محمد ہمدانی رح (م ۸۵۴ھ) کی خدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ بلبل شاہ نے دس ہزار اور شاہ ہمدان نے سینتیس ہزار افراد کو مسلمان کیا ہے ۔ ان بزرگان دین کی کوششوں سے خطۂ وادی نے اسلامی اور ایرانی تہذیب کو جذب کرکے " ایران صغیر " کا نام پایا۔ مگر سوال یہ ہے " ایران صغیر " کی اصطلاح کس نے وضع کی ہے ؟ ہمارے ہاں عام طور پر معروف ہے ، اور بعض درسی کتب میں مندرج بھی کر دیا گیا ، کہ حضرت شاہ ہمدان رح نے وادی کو یہ نام دیا تھا ۔ لوگوں کا استناد علامہ کا یہ شعر ہے :

آفرید آن مرد " ایران صغیر " باهز های غریب و دل پذیر

مگر اقبال نے اس میں شاہ ہمدان کو خالق ایران صغیر کہا ہے نہ کہ ملقب

و مسمي - علامه نے ارمغان حجاز میں فرمایا ہے :

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اهل نظر کہتے تھے " ایران صغیر "

بہر حال ، هماری اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ:

(الف) سعدی کے متداول کلیات میں کشمیر و اهل کشمیر بلکہ کسی کی بھی کوئی هجو موجود نہیں ہے۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ مذکورہ مکتوب نگار نے علامہ کو کیسے باور کرا لیا تھا کہ سعدی نے کشمیریوں کی هجو لکھی ہے؟ (ب) سعدی کے دور میں ، بلکہ ان سے پہلے اور بعد بھی ، کشمیر اور ایران میں کوئی رقابت وهمسری نہیں رهی ہے - (ج) شاہ همدان نے وادی کو "باغ سلیمان" کا لقب دیا تھا اور " ایران صغیر " کی اصطلاح بظاہر علامہ کی هی وضع کردہ ہے۔ (د) کشمیر کی کایا پلٹنے اور اسے مثیل و نظیر ایران بنانے میں ان هزاروں سادات ایرانی کا هاتھ ہے جو شاہ همدان یا ان کے فرزند ارجمند کے ساتھ وادی میں آئے تھے - (ہ) مسلمانان کشمیر کو ایران کی اسلامی تہذیب اپنانے پر فخر ہے اور خود ایرانیوں کو اپنی تہذیب کے اس قدر اثر پذیر ہونے پر ناز ہے۔ یہاں توافق و امتنان کارفرما رہا ہے نہ کہ رقابت و همسری ع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا؟

سعدی سے منسوب ایک اور واقعہ:

۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کو علامہ نے کشمیری بازار لاہور میں ایک بصیرت افروز تقریر کی اور ضمناً شیخ سعدی کی ایک حکایت کی طرف اشارہ کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ایک عورت نے اپنے شوہر سے شکایت کی کہ محلے کا دکان دار گران فروش ہے اور انہیں چاهئے کہ آٹا بڑے بازار سے لایا کریں - شوہر نے جواب دیا عزیز تر از جانم ، محلے کا یہ دکاندار بھی تو همارے رحم وکرم پر ہے۔ اگر هم هی اس سے آٹا نہ خریدیں گے تو بے چارے کا گذارہ کیسے چلے گا؟ یہ حکایت سعدی کے اسلوب فکر و بیان سے کوئی مغائرت نہیں رکھتی مگر شیخ کے تصانیف میں ملتی نہیں۔ ان دو ضمنی واقعات کے بعد اب علامہ اور شیخ کی دیگر مناسبات سے بحث کی جائے -

خطہ شیراز سے علامہ کا لگاؤ:

ایران کا شہر " شیراز " حسن خیز اور کیف آفریں هی نہیں ، مردم خیز بھی

ہے۔ علامہ اقبال کو اس شہر کے کئی صاحبان کمال سے عقیدت تھی : ان میں شیخ روز بہان بقلی دیلمی (م ۶۰۶ھ)[۸] ، علامہ قطب الدین (م ۷۱۰ھ ، درة التاج لغرة الدیباج کے مؤلف) ، لسان الغیب خواجہ حافظ (م ۷۹۲ھ) ، ملا جلال الدین دوانی (م ۹۰۸ھ) ، بابا فغانی (م ۹۲۵ھ) ، جمال الدین عرفی (م ۹۹۹ھ) اور حکیم ملا صدر الدین (م ۱۰۵۰ھ) شامل ہیں مگر افصح المتکلمین[۹] شیخ اجل سعدی شیرازی سے ان کی معنوی ارادات کا اور ہی حال ہے اس کیفیت کو مختلف ذیلی عناوین کے تحت بیان کیا جائے گا۔ سب سے پہلے تضمینات کی باری ہے۔

تضمینات اقبال اور سعدی :

علامہ کے بارے میں ایک معاصر ایرانی محقق جناب بہمن شارق نے کیا خوب فرمایا ہے کہ : " این زنبور عسل از گلہای خوشبوی متعدد استفادہ نمودہ عسل مصفی و بیغش خود را تہیہ کردہ است "۔ اقبال نے دوسرے بڑے شعرا کی مانند فارسی کے اکیس شعرا کے کلام پر تضمین کیں یا ان کے بعض مفاہیم کو اپنے انداز خاص میں ڈھالا ہے سعدی نیز اردو ، عربی اور دیگر زبانوں کے شعرا اس پر مستزاد ہیں ، مگر یہاں فارسی کے مذکورہ ۳۱ شعرا کے اسامی مع اشارات کے لکھ دئے جائیں : فردوسی طوسی[۱۰] ، منو چہری دامغانی[۱۱] (۴۳۲ھ) ناصر خسرو علوی قبادیانی[۱۲]، مسعود سعد سلمان لاہوری[۱۳] (م ۵۱۵ھ) ، حکیم سنائی غزنوی[۱۴] (م ۵۴۵ھ) ، انوری ابیوردی[۱۵] ، خاقانی شروانی[۱۶] ، نظامی گنجوی[۱۷] ، شیخ عطار نیشا پوری[۱۸] ، شیخ عراق ہمدانی[۱۹] ، (م ۶۸۸ھ) ، مولانائے رومی[۲۰] ، شیخ محمود شبستری تبریزی[۲۱] (م ۷۲۰ھ) ، امیر خسرو دہلوی[۲۲] (م ۷۲۵ھ) ، خواجہ حافظ[۲۳] ، مولانا جامی[۲۴]، عرفی[۲۵] ، فیضی فیاضی اکبر آبادی[۲۶] (م ۱۰۰۴ھ) انیسی شاملو[۲۷] (علی قلی باپول قلی بیگ م ۱۰۱۳ یا ۱۰۱۴ھ) ، نظیری نیشاپوری[۲۸] (م ۱۰۲۱ھ) ، ملا ملک محمد قمی[۲۹] (م ۱۰۲۵ھ) ، طالب آملی[۳۰] (م۱۰۳۶ھ) ، کلیم کاشانی ہمدانی[۳۱] (م۱۰۶۱ھ)، میر رضی دانش رضوی مشہدی[۳۲] (م۱۰۶۵ یا ۱۰۷۶ھ) ، غنی کشمیری[۳۳] ، صائب تبریزی اصفہانی[۳۴] (م۱۰۸۷ھ) ، میر محمد ملا مومن عرشی اکبر آبادی[۳۵] (م۱۰۹۱ھ) ، عبدالقادر بیدل عظیم آبادی[۳۶] (م۱۱۳۳ھ) ، قرة العین طاہرہ[۳۷] (زرین تاج مقتول ۱۸۵۲ء) ، ملا خواجہ عزت اللہ عزت بخاری[۳۸] ، حکیم قاآنی[۳۹] اور میرزا غالب[۴۰] (م۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء)۔ اس سلسلے کے بتیسویں شاعر خود شیخ سعدی ہیں جن کے اشعار کی تضمینات کا ذکر آ رہا ہے۔

علامہ اقبال کی دور رس اور تیز بین نگاہیں شیخ علیہ الرحمہ کے فکر و فن پر شروع سے آخر تک جمی رہیں۔ مسلمان گھرانوں کی متداول روایات کے مطابق اقبال نے بہت ابتدا ہی میں سعدی کی تصانیف پڑھی ہوں گی۔ ۱۹۲۷ء میں علامہ

نے میٹریکولیشن کے امتحان کی خاطر فارسی نثر و نظم کا ایک حسین انتخاب "آئینۂ عجم" کے نام سے مرتب فرمایا تھا ۔ اس میں سعدی کی نثر و نظم کا جو حصہ انہوں نے منتخب کیا ، وہ کلام سعدی کے بہت دقیق اور ناقدانہ مطالعہ کا مظہر ہے ۔ آپ نے سعدی کے متعدد اشعار پر تضمینیں کیں اور کہیں کہیں شیخ کے مطالب و افکار کو باندازِ دیگر پیش کیا ہے ۔ آئیے اس پہلو پر نگاہ ڈال لیں۔ اس میں علامہ کی وہ ارادات و عقیدت منعکس نظر آئے گی جو انہیں شیخ شیراز سے تھی ۔

تنم گلی ز خیابان جنت کشمیر   دل از حریم حجاز و نو از شیراز است[۳۱]

بانگ درا کی نظم " مرزا غالب " میں، اقبال غالب کو " غنچۂ دہلی " اور سعدی کو " گل شیراز " کے القاب سے یاد کرتے ہیں ۔ اسی کتاب کے دو اور مقاموں پر اقبال نے سعدی کو " بلبل شیراز " کے پیارے نام سے یاد کیا ہے ۔

شاہد مضموں تصدق ہے ترے انداز پر
خندہ زن ہے غنچۂ دلی گل شیراز پر
اس چمن میں ہوں گے پیدا بلبل شیراز بھی
سیکڑوں ساحر بھی ہوں گے ، صاحب اعجاز بھی
نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر
داغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر[۳۲]

آخری شعر نظم " صقلیہ " (سسلی) سے ہے جس میں علامہ نے سعدی کے ان مرثیوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس صاحب دل اور مومن شاعر نے خلیفہ المعتصم باللہ عباسی اور لاکھوں مسلمانوں کے قتل ہونے اور خلافت عباسیہ کے ہولناک طریقے سے اختتام پذیر ہونے کے بارے میں لکھے تھے ۔ یہ ننگ انسانیت سفاکی ہلاکو خان ایلخانی کے ہاتھوں نمودار ہوئی تھی (۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء) ۔ سعدی کے عربی اور فارسی مرائی کے چند درد ناک اشعار ملاحظہ ہوں ۔

حبست بجفنی المدمع لا تجری   فلما طغی الماء استطال علی السکر
نسیم صبا بغداد بعد خرابها   تمنیت لوکانت تمر علی قبری
فاین بنو العباس مفتخر و الوری   ذو و الخلق المرضی و الغرر الزهر
و فی الخبر المروی دین محمد   یعود غریبا مثل مبتد الا مر[۳۳]
۱[۴] اغرب من هذا یعود کما بدا   و سبی دیار السلم فی بلد الکفر

آسمان را حق بود گر خون بگرید بر زمین | بر زوال ملک مستعصم ، امیرالمومنین
ای محمد گر قیامت می برآری سر زخاک | سر بر آور، وین قیامت درمیان خلق بین
نازنینان حرم را خون خلق بدریغ | ز آستان بگذشت و ما را خون چشم از آستین
خون فرزندان عم مصطفیٰ شد ریخته | هم بر آن خاکی که سلطانان نهادندی جبین
دجله خونابست ازین پس گر نهد سر در نشیب | خاک نخلستان بطحا را کند در خاک عجین

۱۹۱۴ء میں معمولی وقفے سے بر صغیر کے دو نامور جامع نثر و نظم ، شمس العلما اور جامع الاطراف شخص عالم بقا کو سدھارے : ہمارا اشارہ علامہ شبلی نعمانی (۳۰ نومبر) اور خواجہ حالی (۲۱ دسمبر) کی طرف ہے۔ اقبال نے ایک نظم میں ان باکمالوں کی وفات حسرت آیات پر اپنے گہرے قلق آمیز جذبات کا اظہار کیا کہ

خاموش ہو گئے چمنستان کے راز دار
سرمایہ گداز تھی جن کی نوائے درد
شبلی کو رو رہے تھے ابھی اہل گلستاں
حالی بھی ہو گیا سوئے فردوس رہ نورد

اس ''سوئے فردوس رہ نورد'' ہونے والے شخص، مولانا حالی اور شیخ سعدی کی ایک ملاقات کی کیفیت کو علامہ نے اپنی دل چسپ نظم ''فردوس میں ایک مکالمہ'' کے زیر عنوان بیان کیا ہے۔ سعدی اور حالی کی یہ ملاقات دونوں کی شخصیت کے ایک معنوی ربط کی غماز ہے۔ حالی کو بعض نقادوں نے '' سعدیٔ ہند '' لکھا ہے۔ حالی کو سعدی سے جو معنوی مناسبت تھی ، اسے ان کی پہلی سوانحی کتاب '' حیات سعدی '' مولفہ ۱۸۸۴ء اور مطبوعہ ۱۸۸۶ء میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب فارسی میں ترجمہ ہوکر تہران میں چھپ گئی اور خاصی متداول ہے۔ حالی کے ''مقدمہ شعر و شاعری '' اور ان کی اصلاحی اور اخلاق شاعری میں بھی شیخ سعدی کی تاثیر دیکھی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے خوب لکھا ہے کہ : ''... حالی اور سعدی دونوں جامع نظم و نثر تھے ۔ دونوں شاعری اور نثر نگاری میں ایک طرز نو کے موجد تھے ۔ دونوں صنعت ، تکلف ، مبالغہ اور اغراق سے متنفر تھے ... حالی نے سعدی میں اپنے آپ کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور کوئی تعجب نہیں کہ ان کے بہت سے اصلاحی خیالات سعدی کے رہین منت ہوں''[۳۵] راقم الحروف نے ایک مقالے میں ان باتوں کی کافی وضاحت کر دی ہے[۳۶] یہاں اس داستان کا ذکر اس خاطر ضروری تھا کہ علامہ کے ذوق انتخاب کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔ انہوں نے ان ہی مناسبات کے پیش نظر حالی کو سعدی سے ملاقات کرتے دکھایا ہے۔

بہر طور ، سعدی جہانگرد ، حالی سے بر صغیر کے مسلمانوں کی احوال پرسی فرماتے ہیں اور مسدس "مد و جزر اسلام" نیز "شکوہ ہند" کا درد مند مصنف شیرازی " صاحب اعجاز "۳۳ سے رو روکر یہاں کی بد احوالی کو بیان کرتا ہے۔ اس منظومے کا اختتام سعدی کے اس شعر پر ہوتا ہے۔

خرما نتوان یافت ازان خار کہ کشتیم
دیبا نتوان بافت ازان پشم کہ رشتیم

یہ تضمین کتنی بر محل تھی -

"پیام مشرق" میں اقبال نے سعدی کے ایک معروف قطعے کے بعض اشعار کی تضمین فرماکر ، اپنے اضافات اور افادات کے ذریعے اسے تازہ معنی دئے ہیں - سعدی کا یہ قطعہ بوستان کے باب چہارم " تواضع " کے ابتدائی اشعار پر مشتمل ہے - شیخ نے اپنے " باب " کے عنوان کے مطابق تواضع ، فروتنی اور خاکساری کا درس دیا ہے مگر اس قطعے کے ابتدائی اشعار سے نفیٔ خودی اور فنائے ذات کے مطالب بھی مستفاد ہو سکتے ہیں - علامہ نے اسی خاطر انہیں معنیٔ تازہ دئے ہیں -

یکی قطرہ باران ز ابری چکید خجل شد چو پہنای دریا بدید
کہ جائی کہ دریا ست، من کیستم؟ گر او ہست حقا کہ من نیستم
چو خود را بہ چشم حقارت بدید صدف در کنارش بجان پرورید
سپہرش بجائی رسانید کار کہ شد نا مور لؤلؤ شاہوار
بلندی ازان یافت کو پست شد در نیستی کوفت تا ہست شد
تواضع کند ہوشمند گزین نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

اقبال منقولہ ابتدائی دو شعر نقل کرنے سے پہلے فرماتے ہیں :

مرا معنی تازہ‌ی مدعا ست اگر گفتہ را باز گویم، رواست

اور پھر اس طرح اثبات خودی کی تعلیم دیتے ہیں :

و لیکن ز دریا بر آمد خروش ز شرم تنک مائگی روپوش
تماشای شام و سحر دیدہ ای چمن دیدہ ای ، دشت و در دیدہ ای
بہ برگ گیاہی بدوش سحاب درخشیدی از پر تو آفتاب
گہی ہمدم تشنہ کامان راغ گہی محرم سینہ چاکان باغ

گھی خفته در تاک و طاقت‌گداز | گھی خفته در خاک و بی سوز و ساز
ز موج سبک سیر من زاده ای | ز من زاده ای ، در من افتاده ای
بیاسای در خلوت سینه ام | چو جوهر درخشش اندر آئینه ام
گهر شو در آغوش قلزم بزی | فروزان تراز ماه و انجم بزی[۳۸]

شیخ سعدی نے کئی مقامات پر " طیور " سے گفتگو کا تلازمہ باندھا ہے مثلاً گلستان کے باب دوم کی حکایت شمارہ ۲۶ میں یہ قطعہ ملاحظہ ہو جس میں وہ پرندے کے نالے سے غیر معمولی طور پر اثر پذیر ہوتے ہیں ۔

دوش مرغی بصبح می نالید | عقل و صبرم ببرد و طاقت و هوش
یکی از دوستان مخلص را | مگر آواز من رسید بگوش
گفت : باور نداشتم که ترا | بانگ مرغی چنین کند مدهوش
گفتم : این شرط آدمیت نیست | مرغ تسبیح گوی و من خاموش

علامہ کی نظم " طیارہ " (پیام مشرق صفحہ ۱۶۲ - ۱۶۳) سعدی کے اسی انداز کی ترقی یافتہ صورت ہے ۔ اس نظم میں انہوں نے شیخ کے اس بیت کو تضمین بھی فرمایا ہے ۔

تو کار زمین را نکو ساختی | که با آسمان نیز پرداختی؟

۱۹۳۱ء کے اواخر میں علامہ گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے انگلستان تشریف لے گئے اور وہیں سے فلسطین جا پہنچے ۔ فلسطین میں آپ کو موتمر عالم اسلامی کے تاریخی اجلاس میں شرکت کرنا تھی ۔ اس سفر کی یادگار ان کی نظم " ذوق و شوق " کے اکثر اشعار ہیں ۔ اس ترکیب بند کے کل ۳۰ شعر ہیں اور نظم کی ابتدا میں علامہ کی تصریح کے مطابق ، اس کے بیشتر اشعار سر زمین فلسطین میں ہی لکھے گئے ہیں[۳۹] ۔ نظم کا سر آغاز شیخ سعدی کا یہ بیت ہے ۔

دریغ آمدم زان همه " بوستان " | تهی دست رفتن سوی دوستان

یہ شعر بوستان سعدی کے تمہیدی اشعار میں شامل ہے ۔ لفظ " بوستان " میں صنعت ایہام کارفرما ہے ۔ یعنی مثنوی بوستان کی طرف اشارہ ہے اور خود باغ و بوستان بھی مراد ہو سکتا ہے جہاں سے احباب کی خاطر اثمار کے تحفے لائے جاتے ہیں ۔ یہ شعر بوستان کی اکثر اشاعتوں کا سرورق بنتا رہا اور کتاب " بوستان "

میں نیز ''ذوق و شوق'' میں اس سے لطف اندوز ہونے کی خاطر سعدی کا فراہم کردہ سیاق و سباق دیکھنا بہت ضروری ہے۔

در اقصای عالم بگشتم بسی — بسر بردم ایام باهر کسی
تمتع بهر گوشه ای یافتم — ز هر خرمنی خوشه ای یافتم
چو پاکان شیراز خاکی نهاد — ندیدم که رحمت برین خاک باد
تو لای مردان این پاک بوم — بر انگیختم خاطر از شام و روم
دریغ آمدم زان همه بوستان — تهی دست رفتن سوی دوستان
به دل گفتم: از مقرقند آورم — بر دوستان ارمغانی برم
مرا گر تهی بود ازاں قند دست — سخن های شیرین تراز قند هست
نه قندی که مردم بصورت خورند — که ارباب معنی بکاغذ برند

اس سیاق میں اس شعر کا لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ اپنی نظم '' ذوق و شوق'' کو ایک بہت بڑا ارمغان سمجھتے تھے۔ وہ ارمغان جو وہ فلسطین سے لائے اور برصغیر کے مسلمانوں کو پیش کیا اور ان کی یہ رائے ہرگز مبالغہ آمیز نہ تھی۔ کم ازکم اردو ادب اس نظم کی نظیر پیش نہیں کر سکا ہے۔

کتاب '' بال جبریل'' میں ھی علامہ کا معروف '' ساقی نامہ'' ہے۔ اس قسم کا ساقی نامہ اردو توکجا فارسی میں بھی نہیں لکھا گیا اور حسن اتفاق دیکھئے کہ اس لافانی نظم کا حسن ختام بھی شیخ سعدی کا یہ شعر ہے۔

اگر یک سر موی برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

سعدی کا یہ بیت نعتیہ اور '' بوستان'' ھی سے ہے۔ اسے شیخ نے معراج حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں حضرت جبریل امین علیہ السلام کے مقام سدرۃ المنتہی پر متوقف ہو جانے پر انہی کی زبانی لکھا ہے۔ اقبال کی تضمین برجستگی ملاحظہ ہو کہ وہ اسے خودی کی انتہائی پختگی کے ذکر کے موقع پر بیاد کرتے ھیں۔ جس طرح جبریلؑ سدرۃ المنتہیٰ سے ماورا نہ جا سکے، اسی طرح علامہ خودی کے مجسم جزئیات کی توضیح سے اعتذار برتتے ھیں کہ:

حقیقت پہ ہے جامۂ حرف تنگ — حقیقت ہے آئینہ، گفتار زنگ
فروزاں ہے سینے میں شمع نفس — مگر تاب گفتار کہتی ہے بس[۵]

یہاں شیخ کا سیاق گفتار بھی ملاحظہ ہو۔

کریم السجایا ، جمیل الشیم — نبی البرایا ، شفیع الامم
شبی بر نشست از فلک برگذشت — بتمکین و جاہ از ملک در گذشت
چنان گرم دریتہ قربت براند — کہ برسدرہ جبریل‌ع از و باز ماند
بدوگفت سالار بیت الحرام — کہ ای حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی — عنانم ز صحبت چرا تافتی؟
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروی بالم نماند...

سر راس مسعود مرحوم (م ۱۹۳۷ء) اقبال کے عزیز دوستوں میں سے تھے۔ ان کے انتقال پر علامہ نے ترکیب بند کی صورت میں ایک دردناک مگر فکر انگیز مرثیہ لکھا جو ارمغان حجاز (حصہ اردو) میں شامل ہے۔[۵۱] اس کے ایک بند میں انہوں نے سعدی کی ایک معروف غزل کے مطلع کو تضمین فرمایا ہے:

رہی نہ آہ زمانے کے ہاتھ سے باقی — وہ یادگار کمالات احمد و محمود
زوال علم و ہنر مرگ ناگہاں اس کی — وہ کارواں کا متاع گراں بہا ، مسعود

" دلی کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است؟
ز عشق تا بہ صبوری ، ہزار فرسنگ است "

اس مطلع والی غزل کا جواب علامہ نے پیام مشرق میں دیا ہے۔ اس کا ہم جداگانہ ذکر کریں گے۔

ارمغان حجاز کی ایک دو بیتی کا چوتھا اور آخری مصرع سعدی کا ہے۔ علامہ نے اس پر تضمین فرمائی ہے۔

بہ آن قوم از تو می خواہم گشودی — فقیہش بی یقینی ، کم سوادی
بسی نادیدنی را دیدہ ام من — " مرا ای کاشکی ، مادرنزادی "!

محولات اقبال:

علامہ نے شیخ کے بعض معانی و مطالب کو بانداز دگر اپنے الفاظ میں ڈھال دیا ہے۔ اصطلاح میں اسے " محول " کرنا کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ محولات کی واضح صورتیں ہوتی ہیں اور یہاں مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ کر لی جائیں:

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

شیخ نے گلستان کے باب ہشتم میں فرمایا تھا : '' رای بی قوت مکر و فسونست و قوت بی رای جہل و جنون '' شعر

تمیز باید و تدبیر و عقل و آنگه ملک
که ملک دولت نادان سلاح جنگ خدا ست''

اقبال فرماتے ہیں :

اهل حق را زندگی از قوت است　　قوت هر ملت از جمعیت است
رای بی قوت همه فکر و فنون　　قوت بی رای، جهل است و جنون۵۳

سعدی کا ایک معروف مثنوی نما قطعہ ہے :

اگر دانش بروزی در فزودی　　ز نادان تنگ روزی تر نبودی
نبا دانان چنان روزی رساند　　که دانا اندر آن عاجز بماند

علامہ نے اس مطلب کو ایک شوخی آمیز دو بیتی میں یوں محول کیا ہے۔

فرنگ آئین رزاقی بداند　　باین بخشد ، از و وامی ستاند
به شیطان آن چنان روزی رساند　　که یزدان اندر آن حیران بماند

ان دو اشعار کے محولات واضح ہیں :

سعدی :

تو هم گردن از حکم داور مپیچ　　که گردن نه پیچد ز حکم تو هیچ

اقبال :

ناتوانی گردن از حکمش مپیچ　　تا نه پیچد گردن از حکم تو هیچ۵۴

سعدی :

خشت اول چو نهد معمار کج　　تا ثریا می رود دیوار کج

اقبال :

خشت را معمار ما کج می نهد　　خوی بط با بچهٔ شاهین دهد۵۵

سعدی :

نه باشتر سوارم ، نه چواشتر زیر بارم　　نه خداوند رعیت، نه غلام شهر یارم
غم موجود پریشانی معدوم ندارم　　نفسی می زنم آسوده و عمری می گذارم

اقبال :

نہ من بر مرکب ختلی سوارم نہ از وابستگان شہریارم
مرا ای همچنین دولت همین بس چو کاوم سینه را لعلی بر آرم۲

کہیں کہیں دونوں استادوں کے کلام و بیان میں نزدیکی " تحویل " نظر آتی ہے۔ سعدی نے گلستان کے باب اول میں فرمایا ہے : "... بزرگی بعقل نه بسال" اقبال کا ایک شعر ہے :

سخنگو طفلک و برنا و پیر است سخن را سالی و ماهی نباشد۳

سعدی کا یہ قطعہ معروف عالم اور اقوام عالم کا نشان عمل (motto) ہے کہ

بنی آدم اعضای یکدیگرند که در آفرینش ز یک جوهر ند
اگر عضوی درد آورد روزگار دگر عضوها را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بی غمی نشاید که نامت نهند آدمی

اقبال کے ایسے متعدد اشعار، خصوصاً جاوید نامہ میں موجود ہیں مثلاً :

آب و نان ماست از یک مائده دودهٔ آدم کنفسِ واحده
آدمیت احترام آدمی باخبر شو از مقامِ آدمی
آدمی از ربط و ضبط تن به تن بر طریق دوستی گامی بزن۴

اس سلسلے میں اتنی بات کی توضیح ضروری ہے کہ سعدی اساساً ایک اجتماعی اور اخلاقی شاعر ہیں ۔ اقبال کی اور جتنی بھی حیثیتیں ہوں ، اپنے معاشرے کے اخلاق کی درستی پر بھی انہوں نے بہت زور دیا ہے۔ یہ رنگ ان کے سارے ہی کلام میں نظر آتا ہے مگر جاوید نامہ کا حصہ "خطاب به جاوید ، سخنی به نژادنو" تو " سعدیات " کا ایک حصہ نظر آتا ہے مثلاً :

کم خور و کم خواب و کم گفتار باش
گرد خود گردنده چون پرکار باش
شیوهٔ اخلاص را محکم بگیر
پاک شو از خوف سلطان و امیر
حفظ جان ها ذکر و فکر بی حساب

حفظ تن ها ضبط نفس اندر شباب
حرف بد را برلب آوردن خطاست
کافر و مومن همه خلق خداست
در جهان جز درد دل سامان مخواه
نعمت از حق خواه از سلطان مخواه

ظاہر ہے کہ سعدی پر اقبال کی بڑی غائر نظر تھی ۔ غالباً اسی مناسبت سے ۶ نومبر ۱۹۳۱ء کو لندن میں علامہ کو ایک سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے آنجہانی پروفیسر نکلسن نے ان کی خاطر سعدی کا ہی یہ شعر پڑھا تھا کہ :

بالای سرش ز ہوشمندی می تافت ستارہ‌ی بلندی

ترکیبات سعدی :

شیخ کی ترکیبات ، اصطلاحات اور امثال و حکم کو ہمارے ہاں بلکہ ساری دنیا میں جو قبول عام حاصل ہوا ہے ، وہ محتاج بیان نہیں ۔ جناب علی دشتی صاحب بجا طور پر لکھتے ہیں کہ :

" سعدی جنبه های مختلف دارد ۔ هم نثر و هم نظمی از خود باقی گذاشته است که معیار اصالت زبان فارسی امروز به شمار می رود ۔ هم قصیده سر است و هم غزلهای آبدار سروده، هم موعظه کرده وهم بمطایبه پرداخته۔هم در اخلاق سخن رانده و هم در سیاست و اجتماع ۔ هم از تصوف و عرفان دم زده است و هم مانند متشرع زاهدی از ظواهر دیانت . . . قریب هفتصد سال است جمله ها و مصراعها و ابیات وی مانند امثال سائره دهان بدهان می گردد و گفته های وی چکیدهٔ حکمت به شمار می رود " . . . ۲۰ یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ کے افراد نے سعدی کی اس خاص زبان و بیان سے استفادہ کیا ہے ۔

کلام اقبال میں سعدی کی خاص ترکیب کا احاطہ کرنا ایک دوسرے ادبی مقالے کا متقاضی ہے ۔ یہاں ہم چند مثالوں پر اکتفا کر رہے ہیں :

کنت نبیاً و آدم بین الماء و الطین ایک حدیث قدسی کے الفاظ ہیں ۔ " ماوطین " کی خاطر سعدی اور اقبال نے " آب و گل " کی ترکیب کو تقریباً ایک سا استعمال کیا ہے ۔

سعدی :

بلند آسمان پیش قدرت خجل تو مخلوق و آدم هنوز آب و گل

یہ شعر نعتیہ اور " بوستان " میں ہے۔ اقبال بھی اسرار و رموز میں اسی سیاق میں فرماتے ہیں :

جلوہ‌ی او قدسیان را سینہ سوز بود اندر آب و گل آدم ہنوز

" سلطان عشق "، کی معنی خیز ترکیب کو دونوں نوابغ نے کس خوبی سے باندھا ہے :

سعدی :

ہر کجا سلطان عشق آمد نماند قوت بازوی تقوی را محل

اقبال :

لشکری پیدا کن از سلطان عشق جلوہ گر شو بر سر فاران عشق

لفظ دوک (تکلہ) کو کمزور اور لاغر کے معنی میں سعدی نے متعدد موارد میں استعمال کیا ہے۔ مثلاً بوستان کی ایک حکایت کے آغاز میں فرماتے ہیں :

یکی را حکایت کنند از ملوک کہ بیماری رشتہ کردش چو دوک

اور علامہ مرحوم کا ایک برجستہ شعر ہے :

حاصل آئین و دستور و ملوک؟ دہ خدایان فربہ و دہقان چو دوک

"مرد خدا" اور اس کے آفاقی ہونے کے ابتدائی نقوش سعدی کے ہاں مشہود ہیں:

مرد خدا بہ مشرق و مغرب غریب نیست
چند انکہ می رود ہمہ ملک خدای اوست

اب علامہ کا ایک فارسی اور دوسرا اردو شعر ملاحظہ ہو :

خندید[۲] و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدای ماست
درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی، نہ صفاہاں نہ سمرقند

سعدی پر انتقادات :

باین ہمہ عقیدت و ارادت ، علامہ نے شیخ کی چند باتوں پر سخن گسترانہ انتقادات فرمائے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ایسے انتقادات کی روایات ادب کی رو سے مستحسن رہی ہیں مصنفین کے ہاں ایسے ایرادات کوئی نادر چیز نہیں ہے ۔ خود سعدی نے حکیم سنائی غزنوی کے ایک مصرع " خفته را خفته کی کند بیدار ؟" پر گرفت کی ہے ۔ حکیم سنائی نے فرمایا تھا :

عاملت غافلست و توغافل		خفته را خفته کی کند بیدار؟

سعدی نے گلستان میں باپ اور بیٹے کا ایک مکالمہ " گفتار و کردار کے ربط " کے بارے میں لکھا ہے ۔ بیٹا بے عمل ناصحوں اور واعظوں کی کوئی بات سنتا ہی نہیں ۔ کہتا ہے کہ کسی بے عمل شخص کو کیا حق حاصل کہ وہ دوسرے کو عمل کا درس دے؟ اس پر باپ کہتا ہے :

گفت عالم بگوش جان بشنو		ور نماند بگفتنش کردار
مرد باید گیرد اندر گوش		ور نوشته است پند بر دیوار
با طلست آنچه مدعی گوید		"خفته را خفته کی کند بیدار؟"

اب اقبال کے انتقادات کی دو مثالیں ملاحظہ ہوں : سعدی نے گلستان میں درویشوں کی قناعت پسند طبیعت کے بارے میں لکھا ہے :

" دہ درویش در گلیمی بخسپند و دو پادشاہ در اقلیمی نگنجند :

نیم نانی گر خورد مرد خدا		بزل درویشان کند نیمی دگر
ملک اقلیمی[۲۳] بگیرد پادشاہ		ہمچنان در بند اقلیمی دگر "

اقبال زبور عجم میں اس بات پر خفیف سا ایراد کرتے ہیں :

چه عجب اگر دو سلطان بولایتی نگنجند		عجب اینکه می نگنجد بد و عالمی فقیری

یہ بات اقبال نے اس لئے فرمائی کہ ان کا تصور درویشی و فقر کچھ اور ہی ہے :

مرد فقیر آتش است میری و قیصری خس است
فال و فر ملوک را حرف برهنه ای بس است
با سلاطین درفتد ، مرد فقیر
از شکوه بوریا لرزد سریر

قلب او را قوت از جذب و سلوک
پیش سلطان نعرهٔ اولا ملوک
بر نیفتد ملتی اندر نبرد
تا در و باقی است یک درویش مرد۶۳

سعدی کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ : " زمانہ باتو نسازد ، تو بازمانہ بساز "
حالی نے اسے اپنایا اور فرمایا ع

" چلو تم ادھر کو ، ہوا ہو جدھر کی "

اقبال کی نظر میں زمانے سے نباہ کر لینا ، خودی کی تضعیف اور قوت نبرد کے فقدان کا سبب بنے گا ۔ وہ اس تصور کے خلاف ہیں ۔ بال۶۵ جبریل میں فرماتے ہیں :

حدیث بے خبراں ہے "تو بازمانہ بساز" زمانہ باتونسازد ، تو بازمانہ ستیز

یہی دو مواد ہیں جن میں سعدی پر انتقادات ملتے ہیں ۔ اب ہم سعدی کے مزید ادبی اثرات کا جائزہ لیں گے ۔

غزلیات سعدی اور اقبال :

فارسی شاعری میں علامہ اقبال کے اس کمال کے اہل زبان بھی قلباً معترف ہیں کہ انہوں نے " سبک عراقی " کے اساتذہ خصوصاً سعدی اور حافظ کی روش کی کامیاب تقلید سے بعد میں اپنا وہ مخصوص انداز اختیار کر لیا جسے " سبک اقبال " کا محترم نام دیا جاتا ہے۶۶ ان اساتذہ کے اثرات علامہ کی اردو شاعری پر بھی ہیں ، مگر اس کی پوری توضیح کو ہم ایک دوسری فرصت کی خاطر اٹھائے رکھتے ہیں ۔ یہاں ہم سعدی کی ان غزلیات کی طرف اشارہ کریں گے جنہیں ، باحتمال قوی ، علامہ نے اپنے پیش نظر رکھا اور اسی بحر و وزن میں ان کی پیروی کی ہے ۔ غزلیات کے یہ انتخابات دونوں شاعروں کے سبک و انداز کے معنوی رابطہ پر روشنی ڈالیں گے ۔

سعدی :

دلی که عاشق و صابر بود مگر سنگ است
ز عشق تا بصبوری هزار فرسنگ است
دگر بخفته نمیبایدم شراب و سماع

که نیک نامی در دین عاشقان ننگ است
برادران طریقت نصیحتم مکنید
"که نیک نامی در دین عاشقان ننگ است" (کذا)
بخشم رفته مارا که می برد پیغام
بیا که ما سپر انداختیم اگر جنگ است
ملامت از دل سعدی فرو نشوید عشق
سیاهی از حبشی چون رود که خود رنگ است؟

سعدی کی غزل کے کل ۸ شعر ہیں اور جیسا کہ علامہ کے خطوط بنام مولانا غلام قادر گرامی (م ۱۹۲۷ء) سے معلوم ہوتا ہے، انہوں نے اس کا جواب ۱۹۲۰ء میں لکھا تھا اور مندرجہ ذیل چھ ابیات پیام مشرق کے حصہ "مئی باقی" میں موجود ہیں:

بیا که ساقی گل چهره دست بر چنگ است
چمن ز باد بهاران جواب ارژنگ است
بلند تر ز سپهر است منزل من و تو
براه قافله خورشید میل فرسنگ است
ز خود گذشته ای ای قطرهٔ محال اندیش
شدن به بحر و گهر بر نخاستن ننگ است
حنا ز خون دل نو بهار می بندد
عروس لاله چه اندازه تشنهٔ رنگ است
تو قدر خویش ندانی بها ز تو گیرد
و گر نه لعل درخشنده پارهٔ سنگ است

علامہ کی ایک دوسری غزل بظاہر سعدی اور حافظ دونوں کی غزلوں کے قوالب سے مستفید معلوم ہوتی ہے۔ منتخب اشعار ملاحظہ ہوں:

آن شکر خنده که پر جوش دهانی دارد
نه دل من که دل خلق جهانی دارد
بتماشای درخت چمنش حاجت نیست
هر که در خانه چنو سرو روانی دارد
سعد یا کشتی ازین مدح بدر نتوان کرد
که نه بحریست محبت که کرانی دارد

حافظ :

شاهد آن نیست که موئی و میانی دارد … بندهٔ طلعت آن باش که آنی دارد
چشمهٔ چشم مرا ای گل خندان دریاب … که بامید تو خوش آب روانی دارد

اقبال :

عاشق آن نیست که لب گرم فغانی دارد … عاشق آن است که بر کف دوجهانی دارد
عاشق آن نیست که تعمیر کند عالم خویش … در نسازد بجهانی که کرانی دارد
عشق ناپید و خرد می گزدش صورت مار … گرچه در کاسه‌ی زر ، لعل روانی دارد[۶۹]

سعدیؒ :

خوبرویان جفا پیشه وفا نیز کنند … بکسان درد فرستند و دوا نیز کنند[۷۰]
گر کند میل بخوبان دل من عیب مکن … کاین گناهیست که در شهر شما نیز کنند
سعدیا گر نکند یاد تو آن ماه مرنج … ما که باشیم که اندیشهٔ ما نیز کنند؟

اقبال :

تکیه بر حجت و اعجاز بیان نیز کنند … کار حق گاه به شمشیر و سنان نیز کنند
همه سرمایه‌ی خود را بنگاهی بدهند … این چه قومی است که سودا بزبان نیز کنند
تا تو بیدار شوی ناله کشیدم ورنه … عشق کاری است که بی آه و فغان نیز کنند

سعدی کے "ملمعات[۷۱]" میں سے ایک مشہور غزل کا انتخاب درج ذیل ہے :

بپایان آمد این دفتر حکایت همچنان باقی … بصد دفتر نشاید گفت حسب الحال مشتاقی
نگویم نسبتی دارم بنزدیکان درگاهت … که خود را بر تو می بندم، بسالوسی و زراقی
اخلائی ، احبائی ذروا من حبه مالی … مریض العشق لایبری ولا یشکو الی الراقی
نشان عاشق آن باشد که شب با روز پیوندد … ترا گر خواب میگیرد نه صاحب درد عشاقی
قدح چون دور ما باشد، به هشیاران مجلس ده[۷۲] … مرا بگذار تا حیران بماند چشم در ساقی
نه حسنت آخری دارد، نه سعدی را سخن پایان … بمیرد تشنهٔ مستسقی و دریا همچنان باقی

غزل کے کل ۱۱ شعر ہیں - اس کے جواب میں زبور عجم میں علامہ کی مندرجہ ذیل غزل ہے - ان سات اشعار میں علامہ نے عربی اور فارسی الفاظ کا ملمع بنایا اور شیخ شیراز کی تقلید کامل کا نمونہ پیش کیا ہے :

درین محفل که کار او گذشت از باده و ساقی
ندیمی کو که در جامش فرو ریزم مئی باقی[43]؟
چه ملائی ، چه درویشی ، چه سلطانی ، چه دربانی
فروغ کار می جوید بسالوسی و زراقی
دل گیتی انا المسموم انا المسموم فریادش
خرد نالان که ما مندی بترباق ولا راقی
شرار از خاک من خیزد کجا ریزم ، کرا سوزم؟
غلط کردی که در جانم فگندی سوز مشتاقی
مکدر کرد مغرب چشمه های علم و عرفان را
جهان را تیره تر سازد چه مشائی ، چه اشراقی
کسی کو زهر شیریں می خورد از جام زرینی
می تلخ از سفال من کجا گیرد به ترباقی؟
ببازاری که چشم صیرفی شور است و کم نور است
نگینم خوارتر گردد چو افزاید به براقی

آخر میں سعدی کی ایک اور غزل کے دو شعر اور اتنے ہی شعر علامہ کی غزل سے پیش کئے جاتے ہیں :

سعدی :

سر آن ندارد امشب که بر آید آفتابی چه خیالها گزر کرد و گذر نکرد خوابی
دل من نه مرد آنست که باغمش برآید مگسی کجا تواند که بیفگند عقابی[44]؟

اقبال :

شب من سحر نمودی که به طلعت آفتابی تو به طلعت آفتابی ، سزد اینکه بی حجابی
به جلال تو که در دل دگر آرزو ندارم بجز این دعا که بخشی بکبوتران عقابی

سعدی اور اقبال کے ائتلاف فکر و فن کی یہ مختصر بحث یہاں اختتام پذیر ہو رہی ہے ۔ اقبال نے خطاب به جوانان عجم میں فرمایا تھا :

فکر رنگینم کند نذر تہی دستان شرق پارہ ی لعلی که دارم از بدخشان شما

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

اور ایک لعل پارہ یقیناً سعدی ہے۔ شیخ کی تصانیف نے اقبال کے کلام کی ظاہری رعنائی پر خاص اثر ڈالا ہے۔ رہے علامہ کے افکار ، تو اس کے بارے میں یہی صحیح ہے کہ :

هیچکس رازی که من گویم، نگفت همچو فکر من در معنی نسفت
سر عیش جاودان خواهی؟ بیا هم زمین ، هم آسمان خواهی ، بیا[۶]

ان سطور کی روشنی میں اقبال شناسی کی خاطر مطالعہ سعدیؒ کی اہمیت واضح ہے۔

* * * *

حواشی اور تعلیقات :

۱ - پیام مشرق ص ۱۳۳ - ۱۳۴

۲ - متحدہ ہندوستان کے شعبہ وزارت خارجہ کے ایک آفیسر جو اب کئی برس سے راولپنڈی میں مقیم ہیں -

۳ - انوار اقبال مرتبہ جناب بشیر احمد ڈار ص ۱۵۱ - ۱۵۲ -

۴ - شیخ کی تاریخ ولادت کی مانند تاریخ وفات بھی مختلف فیہ ہے مگر یہ تاریخ بظاہر اصح ہے۔ سعدی کے دو معاصرین نے اس تاریخ کو نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو از '' سعدی تا جامی (تاریخ ادبیات ایران جلد سوم از آنجہانی ایڈورڈ براؤن کا فارسی ترجمہ) میں استاد ڈاکٹر علی اصغر حکمت کا حاشیہ -

۵ - ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ : '' اسلام اور اسلامی تہذیب وادی کشمیر میں '' سہ ماہی بصائر کراچی شمارہ جنوری — اپریل ۱۹۶۹ء ص ۱ تا ۲۰ نیز جنوری ۱۹۷۰ء -

۶ - یہ لقب آبادی ، رونق اور ترقی پذیری پر دلالت کرتا ہے۔ ایرانی ادبیات میں شیراز اور اس کے نواح ، خصوصاً تخت جمشید کو اس لقب سے یاد کرتے رہے ہیں - یاد رہے کہ عجمی روایات کی رو سے جم (جمشید) اور سلیمان ایک ہی شخصیت ہیں - شاہ ہمدانؒ نے وادی کو یہ لقب شاید اس مناسبت سے بھی دیا ہو کہ کشمیریوں کی روایات کے بموجب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہوائی تخت وادی کے مرکز سری نگر میں اترا تھا اور ان ہی کے حکم سے انس و جن نے اس علاقے کو آباد کیا تھا - ملاحظہ ہو حاج ڈاکٹر محی الدین مرحوم (م ۱۹۶۲ء) کی Kashir جلد اول ص ۸۶ - ۹۲ اور تاریخ حسن

جلد دوم از پیر غلام حسن کویہامی (م ۱۳۱۶ھ) - اس کتاب کی پہلی دو جلدوں کو ۱۹۵۴ء میں پروفیسر صاحبزادہ حسن شاہ ، اسلام آباد یونیورسٹی کے موجودہ رجسٹرار ، نے سری نگر سے شائع کروایا تھا -

۷ - گفتار اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل ص ۱۳۶ -

۸ - ان کی حیات اور تصانیف کی خاطر ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ : ماہنامہ المعارف مارچ ۱۹۷۰ء -

۹ - یہاں متکلم سے مراد ناصح اور واعظ کے ہیں - خود سعدی گلستان کے باب ہشتم میں فرماتے ہیں : ” . . . متکلم را تاکسی عیب نگیرد ، سخنش صلاح نپذیرد :

مشو غرہ بر حسن گفتار خویش   به تحسین نادان و پندار خویش

۱۰ - مسافر نیز بال جبریل ص ۲۱۳ -

۱۱ - ارمغان . . . ۲۷ -

۱۲ - جاوید نامہ ص ۲۰۵ -

۱۳ - بال جبریل ص ۱۰۹ - ۱۱۰ -

۱۴ - بال جبریل ص ۳۹ نیز مسافر -

۱۵ - بال جبریل ص ۲۰۲ اور ۱۰۸ (ترجمہ) - علامہ نے انوری کے اس قطعہ کو اردو میں نقل فرمایا ہے :

آن شنیدستی که روزی زیرکی با ابلهی   گفت: کاین والیٔ شهر ما گدائی بی حیاست
گفت چون باشد گدا آنکز کلاهش تکمیٔ   صد چو مارا روزها، بل سالها برگ و نواست؟
گفتش ای مسکین غلط اینک ازینجا کرده‌ای   آنهمه برگ و نوا دانی که آنجا از کجاست؟
او که تا آب پیوسته از ما خواستست   گر بجوئی تا بمغز استخوانش از نان ماست
چون گدائی چیز دیگر نیست جز خواهندگی   هر که خواهد گر سلیمانست و گر قارون، گداست

۱۶ - ضرب کلیم ص ۱۱، ۱۱۹ -

۱۷ - ضرب کلیم ص ۸۶ -

۱۸ - پس چه باید کرد ۳۵ زبور عجم ص ۲۰۵ -

۱۹ - ارمغان حجاز ص ۳۰ -

۲۰ - علامہ کی کوئی ایک تصنیف بھی ان کے ذکر سے خالی نہیں نیز ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مترجم مقالہ ماھنامہ فکر و نظر (اسلام آباد) فروری ۱۹۷۰ء -

۲۱ - ان کی مثنوی گلشن یا گلشن راز کا جواب علامہ نے مثنوی گلشن راز ، جدید کی صورت میں دیا ہے - راقم الحروف کا مقالہ ماھنامہ ماہ نو اپریل ۱۹۶۹ء میں ملاحظہ ہو : " اقبال کی مثنوی گلشن راز ، جدید "-

۲۲ - ارمغان حجاز ص ۱۱۱ ، ۱۵۳ -

۲۳ - بانگ درا ۲۳۳-۲۳۴ ، بال جبریل ۲۰۲ وغیرہ -

۲۴ - اسرار و رموز ص ۳۰ ، ارمغان حجاز ص ۳ ملاحظہ ہو " جامی و اقبال " راقم الحروف کا مقالہ ماھنامہ " ادبی دنیا " لاہور مئی ۱۹۷۰ء -

۲۵ - اسرار و رموز ص ۹۳ بانگ درا ص ۲۶۸ پیام مشرق ص ۸۱ -

۲۶ - بانگ درا ص ۲۵۲ -

۲۷ - بانگ درا ص ۲۷۴ ان کے حالات کی خاطر ملاحظہ ہو : منتخب التواریخ بدایونی ، ہفت اقلیم رازی ، فرشتہ ، میخانہ عبدالغنی ، قاموس الاعلام شامی اور ریاض الشعرا وغیرہ -

۲۸ - اسرار و رموز ص ۳ پیام مشرق ص۱۸۸ -

۲۹ - بانگ درا ص ۱۶۷ حالات و تصانیف کی خاطر : مجمع الخواص از صادق کتابدار ، سرو آزاد بلگرامی ، آتشکدہ آذر ، شمع انجمن ، قاموس الاعلام شامی اور منتخب التواریخ بدایونی ملاحظہ ہوں -

۳۰ - ضرب کلیم ص ۱ -

۳۱ - بانگ درا ص ۲۴۷ ، ۲۴۹ -

۳۲ - بانگ درا ص ۲۷۱ - ان کے حالات بھی کم و بیش ان ھی ماخذ بھی ملتے ھیں جو ۲۷ اور ۲۹ میں مذکور ھوئے - نیز کلمات الشعرا ، تذکرہ حسینی ، مراۃ الخیال ، تذکرہ خوشگو اور رسالہ اردو (سہ ماھی) اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۱۰۲ - ۱۰۳ -

۳۳ - بانگ درا ص ۹۹ جاوید نامہ ص ۱۸۴ - پیام مشرق میں علامہ نے اس کے بارے میں ایک قطعہ لکھا ہے -

۳۴ - بانگ درا ص ۲۴۵ ، بال جبریل ص ۴۱ -

۳۵ - بانگ درا ص ۲۳۴ حالات ریحانۃ الادب ج ۱ اور صبح گلشن نیز قاموس الاعلام
میں مندرج ہیں -
۳۶ - ضرب کلیم ص ۱۲۱ -
۳۷ - جاوید نامہ ۱۳۷ -
۳۸ - ارمغان حجاز ص ۲۵ - ان کے حالات کی خاطر ملاحظہ ہو : تحفۃ الاحباب
فی تذکرۃ الاصحاب مؤلفہ ابن عاشور -
۳۹ - بال جبریل ص ۲۱۷ -
۴۰ - پیام مشرق ص ۱۳۳ - ۱۳۶ جاوید نامہ ص ۲۳۳ وغیرہ -
۴۱ - پیام مشرق ص ۲۱۴ -
۴۲ - بانگ درا ۹، ۹۰ -
۴۳ - از حدیث مصطفیٰ داری نصیب دین حق اندر جہاں آمد غریب
۴۴ - سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقا ص ۹۹ - ۱۰۰ -
۴۵ - ایضاً
۴۶ - ماهنامہ قومی زبان اپریل ۱۹۷۰ء -
۴۷ - باتوں سے ہوا شیخ کی حالی متاثر رو رو کے لگا کہنے کہ "اے صاحب اعجاز" . . .
(بانگ درا ص ۲۷۶)
۴۸ - پیام مشرق -
۴۹ - بال جبریل ص ۱۵۱ -
۵۰ - بال جبریل ص ۴۷ -
۵۱ - مذکورہ کتاب صفحہ ۲۴۲ - ۲۴۶ -
۵۲ - یعنی سید محمود اور سرسید احمد خان -
۵۳ - پس چہ باید کرد ص ۵۹ -
۵۴ - ایضاً
۵۵ - جاوید نامہ ص ۲۶۰ -
۵۶ - پیام مشرق ص ۵۷ -

۵۷ - ایضاً ص ۲۶۱ -

۵۸ - جاوید نامہ ص ۲۶۲ -

۵۹ - گفتار اقبال ص ۲۴۷ -

۶۰ - قلمرو سعدی مطبوعہ تہران صفحہ ۳۸ -

۶۱ - یعنی طارق بن زیاد ، فاتح اندلس - شعر نظم " الملک للہ " پیام مشرق سے ماخوذ ہے -

۶۲ - بال جبریل ص ۳۴ -

۶۳ ملک اقلیمی یعنی ۱/۷ دنیا - دنیا کو قدما نے سات اقالیم میں تقسیم کررکھا تھا -

۶۴ - پس چہ باید کرد ص ۲۴ -

۶۵ - ص ۲۶ -

۶۶ - دیکھئے " رومی عصر " مؤلفہ ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی (مطبوعہ تہران ۱۳۳۲ ش) میں نامور ایرانیوں کی آرا -

۶۷- مثلاً شیخ سعدی نے فرمایا :

نگارا وقت آن آمد کہ دل با مہر پیوندی
کہ مارا بیش ازیں طاقت نماندست آرزو مندی

اور علامہ کی اردو غزل (بال جبریل ص ۲۰) کا مطلع ہے :

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی — مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

۶۸ - اقبال ۷ نومبر ۱۹۲۰ء کے خط میں گرامی مرحوم کو لکھتے ہیں :

" ... آپ نے سعدی کی غزل پر غزل لکھی تھی : فرسنگ است ، آہنگ است ، اس پر چند شعر میں نے بھی لکھے ہیں - فی الحال ایک دو شعر عرض کرتا ہوں :

بیا کہ ساقی گل چہرہ دست بر چنگ است — چمن ز باد بہاران چو نقش ارژنگ است
برآی ز کہنہ سرای ، کہ ریختند ز خاک — جہان دل شدگان آفریدہ چنگ است
بلند تر ز سپہر است منزل من و تو — براہ قافلہ خورشید میل فرسنگ است

مکاتیب اقبال بنام گرامی ص ۱۶۷ مرتبہ محمد عبداللہ قریشی مطلع میں اقبال نے ''چو نقش''کو '' جواب '' کے لفظ سے بدل دیا - دوسرا شعر پیام مشرق میں شامل نہیں حالاں کہ یہ سعدی کے مندرجہ ذیل دو شعروں کا جواب ہو سکتا تھا :

چہ تربیت شنوم یا چہ مصلحت بینم   مرا کہ چشم با ساقی وگوش بر چنگ است

بیادگار کشی دامن نسیم صبا   گرفتہ ایم و دریغا کہ باد در چنگ است

۶۹ - زبور عجم ص ۱۳۰ -

۷۰ - سعدی کی یہ غزل اشتباہاً خواجو کرمانی سے بھی منسوب ہے - ملاحظہ ہو گنج سخن مرتبہ ڈاکٹر سید ذبیح اللہ صفا (جلد دوم) - اس غزل کا جواب متعدد شاعروں نے لکھا ہے جن میں میرزا غالب بھی شامل ہیں - غالب اپنی غزل کے مقطع میں سعدی کے مصرع کو اس طرح تضمین فرماتے ہیں :

حلق غالب بگرو دشنہ سعدی کہ سرود   ''خوبرویان جفا پیشہ وفانیز کنند ''

مندرجہ ذیل رباعی کے خطرناک معانی سے علامہ نے اپنے خطوط میں بحث کی ہے (اقبال نامہ اردو جلد ۱) - یہ رباعی خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (م ۴۸۱ھ) اور شیخ سعدی دونوں سے منسوب ہے حالاں کہ اول الذکر سے اس کا انتساب زیادہ قرین قیاس ہے :

غازی ز پی شہادت اندر تگ و پوست   و انرا کہ غم تو کشت ، فاضل ترازوست

فردای قیامت این بدان کی ماند؟   کان کشتہ ٔ دشمن است و این کشتہ ٔ دوست

۷۱ - دو زبانوں میں شعر -

۷۲ - خواجہ حافظ کے دیوان کا افتتاحی مصرع '' الایایہا الساق ادرکاساً و ناولہا '' تقریباً اسی مطلب کا حامل ہے اور یہ سعدی کی تقلید ہی میں ہے -

۷۳ - زبور عجم ص ۳۸-۳۹ ''مئی باقی'' کی اصطلاح اقبال کو بہت مرغوب تھی - پیام مشرق کی غزلیات کا بھی یہی نام رکھا گیا ہے - یہ تعبیر بظاہر حافظ کے اس بیت سے ماخوذ ہے -

بدہ ساقی مئی باقی کہ در جنت نخواہی یافت
کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلیٰ را

۷۴ - زبور عجم ص ۵۶-۵۷ -

۷۵ - زبور عجم ص ۱۷۷ -

۷۶ - اسرار و رموز ص ۹ -

۷۷ - يہاں پر مناسب معلوم هوتا هے كه يہاں بطور تعليقه شيخ كا مختصر سا تعارف كرا ديا جائے حالاں كه :

كاش بارى باغ و بستان را كه تحسين مى كنند
بلبلى بودى چو سعدى يا گلى چون روى دوست

شيخ سعدى كو همارے متعارف كروانے كى چنداں ضرورت نہيں بلكه مشرق و مغرب كے كسي ملک ميں شايد هي اس كى ضرورت هو - ساوى دنيا ميں ايسا معلوم هوتا هے كه سعدى هر ملک كا اپنا شاعر هے - شيخ نے گويا اپنے هي بارے ميں فرمايا تها : '' مشک آنست كه خود ببويد نه كه عطار بگويد '' اور عطارى بهي هر كسي كے بس كا روگ نہيں هے :

مردم همه دانند كه در نامهٔ سعدى   مشكى است كه در طبلهٔ عطار نباشد

سعدى كو اگر متفقاً فارسي نثر و نظم كا سب سے بڑا استاد نه مانا جائے ، تو بهي وه ان چند باكمالوں ميں سے ايک هيں جن كا فكر و فن '' خط كمال '' كے نزديک هي رهتا هے - اس سلسلے ميں '' بزرگترين نويسندگان ايران كيست؟ '' كے زير عنوان ۱۹۳۴ء ميں جو مقالے لكهے گئے ، ان ميں سعدى كے حامى علما زياده نكلے تهے - ديگر شعراء جن كو رديف اول ميں ركهنے پر اصرار كيا گيا ، حكيم فردوسى طوسى (م ۴۱۱ھ) ، حكيم ناصر خسرو ، انورى ابيوردى ، حكيم خاقانى ، نظامى گنجوى (م تقريباً ۶۱۴ھ) ، مولانا جلال الدين رومى ، خواجه حافظ اور مولانا جامى (۸۸۹ھ) وغيره تهے اور ظاهر هے كه اقبال ان سب صاحبان كمال كى درجه بدرجه عظمت كے قائل هيں - سعدى خطاب به محبوب فرماتے هيں :

بر حديث من و حسن تو نيفزايد كس   حد همين است، سخندانى و زيبائى را

شيخ كا نام مشرف الدين يا مصلح بن عبدالله تها - آپ ساتويں صدى هجرى كے اوائل ميں شيراز ميں متولد هوئے - بچپن ميں هي والد كا سايه سر سے اٹھ گيا تها - بوستان باب دوم ميں فرماتے هيں :

مرا باشد از درد طفلان خبر   كه در طفلى از سر برفتم پدر

ابتدائى تعليم شيراز ميں حاصل كى اور پهر اس وقت كے اسلامي علوم كے مركز بغداد كے مدرسه نظاميه ميں جا پہنچے - آپ وهاں وظيفه سے بهره مند اور اسلامي علوم و فنون كے حصول ميں مساعى تهے - بوستان باب هفتم ميں فرماتے هيں :

مرا در نظاميه ادرار بود   شب و روز تلقين و تكرار بود

بغداد میں سعدی نے شیخ شہاب‌الدین ابوحفص عمر بن محمد سہروردی (م ۶۳۲ھ) اور شیخ جمال الدین عبدالرحمن بن جوزی دوم (م ۶۳۶ھ) سے استفادہ کیا ۔ شیخ مسلماً عصری متداول علوم وفنون میں بڑا تبحر رکھتے تھے۔ ان کا تخلص ''سعدی،، اتابک مظفر الدین ابوبکر بن سعد بن زنگی ، شیراز کے نامور سلغری حاکم (۶۲۳-۶۵۸ھ) کے دربار سے وابستگی کی وجہ سے تھا ۔ انہوں نے حاکم شیراز اور دوسرے اعیان و اکابر کی بظاہر تعریف کی ہے مگر غور سے دیکھنے پر معلوم ہو جاتا ہے کہ تعریف و توصیف کے بجائے انہوں نے پند و انداز پر زیادہ زور صرف کیا ہے۔ سعدی حکام و امرا کو قصائد کے پردے میں نہایت بے باکانہ اور تلخ انداز میں نصائح پیش کرتے رہے اور ان کی نثر و نظم کی ایک نمایاں خصوصیت یہی ہے۔

سعدی ایک سیاح اور تجربہ کار جہاندیدہ شخص تھے ۔ ایران میں وہ ہر جگہ گئے نیز عراق ، شام آذر بائیجان ، بیت‌المقدس ، یمن ، سر زمین حجاز ، شمالی افریقہ اور ہندوستان میں ان کا گذر ہوا ہے۔ ان میں سے بعض مقامات پر وہ متعدد بار گئے اور نت نئے تجارب سے اپنے نثر و نظم کے مجموعوں کو معمور کیا ہے۔ شیخ کی تصانیف کو جو قبول عام حاصل ہوا ہے اسے بیان کرنے کی خاطر ایک مقالہ تو کجا ، کتاب بھی ناکافی ہوگی ۔ ان ہی کے الفاظ میں :

زمین بہ تیغ بلاغت گرفتہ ای سعدی — سپاس دار کہ جز فیض آسمانی نیست
بدین صفت کہ در آفاق صیت شہرت تورفت — نرفت دجلہ کہ آبش بدین روانی نیست

معاصرین نے شیخ کو قدوۃ المحققین اور فخر السالکین کے القاب سے یاد کیا ہے۔ حکومت شیراز کے خاتمہ پر سعدی ۶۶۲ھ میں یہاں سے ایک طویل سفر پر روانہ ہو گئے تھے ۔ آپ نے حج کیا اور واپسی پر تبریز آئے ۔ وہاں جوینی برادران علاء‌الدین عطا ملک اور شمس الدین محمد صاحبدیوان نیز مشہور شاعر خواجہ ہمام الدین علائی ہمام تبریزی (م ۷۱۲ھ) نے شیخ کی بڑی تعظیم و تکریم کی تھی شیخ کا پر جلال مزار شیراز میں واقع ہے۔ اس مقام کو '' سعدیہ ،، کہتے ہیں ۔

شیخ کی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ازدواجی زندگی اختیار کی تھی ۔ ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جو بچپن میں داغ مفارقت دے گیا تھا ۔

تصانیف اور سبک :

سعدی کی کتابیں شرق و غرب کے کئی ممالک میں نہایت آب و تاب سے چھپتی رہیں اور دنیا کے تمام بڑے بڑے کتب خانوں میں ان کتابوں کے نفیس اور

مرصع قلمی نسخے اب بھی بکثرت موجود ہیں ۔ ایران کے نامور عالم اور محقق استاد محمد علی فروغی ذکا'الملک مرحوم (م ۱۳۲۱ھ شمسی) نے شیخ کی تصنیفات کی تنقیح و تصحیح پر کمر ہمت باندھی اور کئی سال کی محنت ، دیدہ ریزی اور بیسوں قدیم مخطوطات کی مدد سے شیخ کے مبسوط کلیات کو دیدہ زیب طریقے سے چھپوایا ہے ۔ کتب کے مخطوطات کا اختلاف حواشی میں مذکور ہے ۔ ادارہ کتاب فروشی محمد حسن علمی تہران نے مصحح کی اجازت سے حواشی میں مذکور اختلاف نسخ کو حذف کر کے م ۔ درویش صاحب کی توضیحات کے ساتھ " کلیات شیخ سعدی " کو اسی متن کے مطابق دوبارہ چھپوایا ہے ۔ اتنے معتبر مخطوطات کی رو سے شیخ کی تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں :

شش رسائل یا مجالس پنجگانہ' سعدی (نثر) ، گلستان ، بوستان ، قصائد فارسی ، قصائد عربی ، مراثی ، ملمعات ، مثلثات ، ترجیعات ، غزلیات چہار گانہ (طیبات ، بدائع ، خواتیم اور قدیم) ، کتاب صاحبیہ (جو حروف تہجی کی ترتیب سے قطعات ہیں) ، قطعات ، مثنویات ، رباعیات اور مفردات ۔ یہ " کلیات " بڑی تقطیع کے نو سو صفحہ پر مشتمل ہے ۔ یہ توضیح اس خاطر ضروری تھی کہ مشہور الحاقات اور تصرفات سے قارئین کو باخبر رکھا جائے ۔ فروغی مرحوم نے دیباچہ میں لکھا ہے :

" گذشته از غلطهائیکه در ضمن استنساخ بواسطه سهوقلم واقع شده ، تصرفات بسیار نیز به عمد و بر حسب سلیقه اشخاص به عمل آمده که غالباً بسیار نا بجا بوده است "

سعدی کے سبک اور انداز پر بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے ۔ شیخ نے خراسانی اور آذربائجانی روش سے ہٹ کر " سبک عراقی " میں نہایت زور و شور سے شاعری کی ۔ سلاست بیان اور دلاویز تغزلات کو رواج دینے والے بزرگوں میں ایک شیخ ہی ہیں ۔ مولانائے روم نے غزل کو سوز و ساز دیا ۔ سعدی نے اسے خاص زبان مہیا کی ، اور خواجہ حافظ نے اپنے مختصر دیوان میں ان دونوں بزرگوں کی خصوصیات غزل کو سمو دیا ہے ۔ یاد رہے کہ حافظ نے سعدی کی استادی کو تسلیم کیا اور کم از کم تیس غزلوں کو شیخ کی تقلید میں لکھا ہے ۔ سعدی وہ واحد شاعر ہیں جنھوں نے حکیم فردوسی طوسی کے شہرہ آفاق " شاھنامہ " کی بحر متقارب میں جو رزمیہ شاعری کی خاطر مخصوص رہی ہے ، غیر رزمی اخلاقی مثنوی بوستان لکھی اور بعض ناقدین کی رائے میں یہی مثنوی سعدی کی شہرت کے لیے کافی تھی ۔ شیخ کی "گلستان " ، یقیناً خزاں نادیدہ اور نثر فارسی کا ، خصوصاً فن " مقامہ نویسی " کے اعتبار سے ایک لازوال شاہکار ہے ۔ اس کتاب

مستطاب کی تقلید میں متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً روضہ خلد از مجد خوافی هراتی (مولفہ ۷۳۳ھ) ، نگارستان مولفہ معین الدین جوینی (نوشتہ ۷۳۵ھ) بہارستان از جامی ، پریشان مولفہ حکیم قاآنی شیرازی (م ۱۲۷۰ھ) اور منشآت از قائم مقام فراهانی (م ۱۲۵۱ھ) وغیرہ مگر ان میں سے کسی کتاب میں گلستان کی بات پیدا نہ ہو سکی ۔ غرض سعدی فن کے ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ ان کے معاصرین سے لے کر اس زمانے تک کے اکابر متفقہ طور پر ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں اور آج بھی گویا :

هفت کشور نمی‌کنند امروز بی مقالات سعدی، انجمنی

—: o :—